۷۸۶
إن من الشعر لحكمة
فن شاعری
سنہ ۱۹۲۹ء
از سید ظہور احمد مدیر "تجلی" دہلی

فہرست مضامین

الحمد للہ کہ اس کتاب نے غیر معمولی مقبولیت حاصل کی۔ جن لوگوں نے اسے پڑھا ان کا بیان ہے کہ انھیں اس سے بہت فائدہ پہونچا۔ اس عام مقبولیت کا یہ نتیجہ ہے کہ اس کا پہلا ایڈیشن بہت جلد ختم ہوگیا۔ اب یہ دوسرا ایڈیشن ملک کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی قبول عام کا شرف عطا کرے۔

نیاز مند

"پبلشر"

(۵)

فنِ شاعری

اللہ جل شانہ نے جس طرح انسان کو ایسی صدہا خوبیوں اور طاقتوں سے سرفراز فرمایا ہے جو کسی دوسری مخلوق میں نہیں پائی جاتیں، اسی طرح شعر کہنے کا مادہ بھی اس کی فطرت میں رکھا ہے۔ شعر انسان کی قوت گویائی کا شعبہ ہے۔ جو بات انسان کے دل میں گزرتی ہے اگر اسے نظم میں ادا کیا جائے تو نثر کی نسبت بہت زیادہ موثر اور دلچسپ ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان اپنے دل سے باتیں کرتا ہے اور کیفیات سے مغلوب ہو کر وہ اپنے آپکو مخاطب بناتا ہے اس موقع پر بے اختیارانہ شعر یا شعر کا مضمون اس کے ذہن میں آتا ہے جس طرح انسان بعض اوقات بیٹھے بیٹھے یکایک گانے اور گنگنانے لگتا ہے اُسی طرح کسی کیفیت سے متاثر ہو کر وہ شعر کہنے لگتا ہے۔ اثر کے اعتبار سے نثر اور نظم میں اتنا ہی فرق ہے جتنا معمولی گفتگو اور نغمۂ وسرود میں۔

شعر کہنا جب دل کی کیفیت، جذبہ اور تاثر پر مبنی ہے تو اس کے لئے کسی علمی قابلیت کی مطلق حاجت نہیں، ایک جاہل سے جاہل ایک بیوقوف سے بیوقوف شخص بھی جس کے دل میں کوئی خیال پیدا ہو سکتا ہے اور وہ اس خیال کو ظاہر کرنے پر قادر ہے۔ شعر کہہ سکتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ شعر ایک استاد، ایک عالم اور ایک مشاق شاعر کی طرح بالکل صحیح اور

مکمل نہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ صرف ایک شاعرانہ خیال ہو اور موزوں بھی نہ ہو۔ کیونکہ دنیا میں دو قسم کے دماغ ہیں۔ ایک وہ ہیں جو قدرتی طور پر اپنے آپ کسی کے بتائے بغیر اور عروض سے ناواقف ہونے کے باوجود شعر کا موزوں یا ناموزوں ہونا معلوم کر لیتے ہیں اور اس لئے جب وہ خود شعر کہتے ہیں یا دوسرے کا شعر پڑھتے ہیں تو موزوں پڑھتے ہیں۔ لیکن دوسری قسم کے دماغ ایسے ہیں جن کو شعر کے موزوں یا ناموزوں ہونے کا خود بخود امتیاز نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کے لئے عروض سیکھنے کی ضرورت ہے۔ وہ عروض سیکھ کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص بالکل فاترالعقل ہو یا اس کے دماغ میں خلل ہو تو مجبوری ہے۔ ورنہ مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ قدرت نے ہر شخص میں شاعر بننے کی صلاحیت رکھی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک شخص اپنی قدرتی موزونیٔ طبع کے لحاظ سے بہت جلد شعر کہنے لگتا ہے۔ اور ایک شخص موزونیٔ طبع کی کمی یا مادہ شعر گوئی کے خوابیدہ ہونے کی وجہ سے کچھ عرصہ میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔ میں دو تین ایسے دوستوں سے واقف ہوں جو کسی طرح موزوں شعر پڑھنے پر قدرت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن انھوں نے چند سال کی محنت و کوشش اور دماغ کی تربیت سے ایسی کامیابی حاصل کی کہ اعلیٰ درجہ کا شعر کہنے لگے اور دور حاضرہ کے ممتاز شاعروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

یہ کتاب درحقیقت ان لوگوں کے لئے لکھی گئی ہے جن کے اندر قوت شاعری خوابیدہ ہے اور جو بحالت موجودہ شعر کا موزوں یا ناموزوں ہونا محسوس نہیں کرسکتے۔ امید ہے کہ اگر وہ پوری توجہ سے کام لینگے اور دو تین روز لگاتار محنت کرینگے تو ان کو اس کتاب سے بہت فائدہ پہونچے گا اور ان کی طبیعت میں موزونیت پیدا ہو جائے گی۔ ان لوگوں کے بعد یہ کتاب ان نوآموز لوگوں کے لئے مفید ہوگی جن کی طبیعت تو موزوں ہے لیکن وہ نہیں جانتے کہ شاعری کیا چیز ہے اور شعر کیونکر کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ اوراق مشاق شاعروں کے لئے کچھ کارآمد ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں ابتدائی اور بالکل ابتدائی باتیں درج کی گئی ہیں اور چونکہ شعر کہنے کا طریقہ ایک حد تک نئے انداز سے بتایا گیا ہے۔ اس لئے قدامت پسند اور طرز قدیم کو وحی آسمانی

سمجھنے والے شعرا کے چیں بجبیں ہونے کا بھی اندیشہ ہے لیکن ان سب باتوں سے قطع نظر کر کے میرا مدعا صرف اسقدر ہے کہ چند بے زبانوں کو زبان میسر آ جائے اور وہ لوگ بھی شعر کہنے لگیں جن کے دل میں کیفیات کا ایک سمندر موجزن ہے لیکن تاب سخن نہیں رکھتے۔

استاد کی ضرورت

لیکن اگر آپ اس حد سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ اور آپ کی خواہش ہے کہ اپنا دل خوش کرنے کے ساتھ ہی دوسروں کا دل بھی خوش کریں تو آپ صرف اس کتاب پر اکتفا نہ کریں بلکہ اس فن کی اور کتابیں بھی پڑھیں، معلومات بڑھائیں، مشاقی حاصل کریں، کثرت سے شعر کہیں اور ممکن ہو تو اپنے لئے ایک استاد بھی انتخاب کریں۔

استاد کیسا ہونا چاہیئے

ہر کس و ناکس کو استاد نہ بنائیے۔ آپ جس شخص کو استاد بنائیں اس میں حسب ذیل صفات ہوں (۱) اردو زبان سے کافی واقفیت رکھتا ہو (۲) اتنا تعلیم یافتہ ہو کہ صرف و نحو کی غلطیاں رفع کر سکے، اور عربی فارسی الفاظ جو اردو میں آتے ہیں ان کا صحیح استعمال جانتا ہو (۳) قدرت نے اسے ذوق سلیم عطا کیا ہو اور اعلیٰ و شائستہ مذاق رکھتا ہو (۴) خلیق و شفیق ہو (۵) پوری توجہ اور محنت کے ساتھ شاگردوں کو اصلاح دیتا ہو۔

اصلاح حاصل کرنیکا طریقہ

اصلاح حاصل کرنیکا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ غزل لکھ کر استاد کے پاس لیجائیں۔ اور استاد ایک ایک شعر پڑھکر اپنا خیال ظاہر کرے۔ اگر کسی شعر کو پسند کرے تو پسند کرنے کی وجہ بتائے۔ اور اگر ناپسند کرے تو ناپسند کرنے کی وجہ بتاتے۔ اگر کسی شعر میں یا کسی مصرع میں کچھ ترمیم کرے تو سمجھائے کہ ترمیم کیوں کی گئی۔ پہلے کیا نقص تھا اور اب کیا خوبی پیدا ہوئی۔

اگر آپ کو ایک شفیق و قابل استاد مل جائے اور آپ محنت و توجہ کے ساتھ آمادہ ہوں

تو اصلاح کی ابتدائی باتوں کے علاوہ اور بھی بہت سے فائدے آپکو حاصل ہو سکتے ہیں۔

دُوسروں سے کہوا کر پڑھنا

شاعری کا اصلی مقصد یہ ہے کہ جب طبیعت میں امنگ پیدا ہو اور دل کی کیفیات سے لبریز ہو تو انسان انکو نظم کر کے جوشِ طبع کو تسکین دے۔ لیکن لوگ اس اصلی مقصد سے بہت دور جا پڑے ہیں اور مشاعروں کے انعقاد نے اس منشاءِ فطرت کو بڑی حد تک فوت کر دیا ہے۔ جب کسی شاعر کو یہ جنون پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کا کلام دوسرے سنیں اور داد دیں۔ اور ایسا شعر کہنے کی قابلیت نہیں رکھتا تو شاعری کی دنیا میں اس سے طرح طرح کے جرائم سرزد ہوتے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ وہ دوسروں سے شعر کہوا کر اپنی طرف منسوب کر کے پڑھتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگ اپنے دست و پا کی محنت اور بعض لوگ اپنی دولت کے معاوضہ میں مفلوک الحال یا خوشامد پسند شعراء سے شعر کہوا کر اپنے نام سے پڑھتے ہیں۔ یہ مرض ایسا عالمگیر ہو رہا ہے کہ فی صدی پچھتر شاعر اس مرض میں یا اسی طرح کے دیگر امراض میں مبتلا ہیں۔

سرقہ کلام

بعض لوگ اس سے بھی زیادہ کم ہمتی اور بد دیانتی کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کے اشعار بجنسہ یا کسی قدر تغیر کر کے اپنے نام سے پڑھتے ہیں اور جب ان کا راز کھل جاتا ہے تو بھری محفل میں ذلیل ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان سے زیادہ چالاک ہیں وہ الفاظ چھوڑ دیتے ہیں صرف مضامین اور معانی کا سرقہ کرتے ہیں۔ اور اپنے معاصرین یا اساتذہ کے خیالات اپنے اشعار میں نظم کر لیتے ہیں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ سب صورتیں قابلِ احتراز ہیں۔ اگر آپ ان کو اختیار کریں گے تو نہ صرف بدنام و رسوا ہونگے بلکہ تمام عمر کسی طرح کی ترقی نہ کر سکیں گے آپکو چاہیئے کہ جب کچھ لکھیں طبیعت پر زور دے کر لکھیں اور اپنے ذاتی خیالات نظم کریں۔ میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ استاد شاگرد کی غزل میں چند اشعار اپنی طرف سے اضافہ کر دے یا اسکے کسی

شعر میں صرف قافیہ رکھکر ایک نیا مضمون قلمبند کرے۔ کیونکہ اس سے شاگرد کو نقصان پہونچتا ہے،
اور اس کے دل میں ذاتی ترقی کی امنگ پیدا نہیں ہوتی۔ اب میں آپ کو شعر و سخن کے متعلق ابتدائی
باتیں سناتا ہوں۔

شاعری کے متعلق ضروری معلومات

طالبان فن کو چاہیئے کہ وہ شعر کہنے سے پہلے حسب ذیل امور کو ذہن نشین کرلیں

تخلص

ہر شاعر کے لئے ایک تخلص بھی ضروری ہے۔ اس لئے نہیں کہ تخلص سے شعر
کہنے میں کچھ مدد ملتی ہے بلکہ صرف اس لئے کہ ایرانی اور ہندوستانی شعرا
میں ابتدا سے یہ رسم چلی آتی ہے۔ تخلص کیا ہے؟ ایک لفظ ہے جو شاعر اپنے لئے بطور نام کے
تجویز کرتا ہے اور اسی نام سے دنیائے شاعری میں پکارا جاتا ہے۔ تخلص کے لئے کوئی خاص
قاعدہ مقرر نہیں۔ ہر شخص مختار ہے اور جس لفظ کو چاہے اپنے لئے بطور تخلص استعمال
کرسکتا ہے۔ چونکہ فارسی اور اردو میں شاعری تمام تر حسن و عشق پر مبنی ہے، اس لئے شعرا عموماً
اپنے لئے کوئی ایسا تخلص تجویز کرتے ہیں، جو عشق اور لوازم عشق سے وابستہ ہو۔ مثلاً سودا
درد۔ سوز۔ ذوق۔ شوق۔ مجروح۔ داغ وغیرہ۔ کبھی شاعر اپنے نام کے ایک جزو کو تخلص قرار
دیتا ہے مثلاً میر تقی میر مومن خاں مومن۔ امیر احمد امیر کبھی شاعر کوئی ایسا لفظ اختیار کرتا
ہے جس سے انکسار و فروتنی کا اظہار ہو مثلاً عاجز۔ عاصی۔ حقیر وغیرہ۔ کبھی قومیت اور خاندان
یا وطن کی بنا پر تخلص رکھا جاتا ہے۔ مثلاً سید۔ جعفری۔ عرفانی۔ چشتی۔ جامی وغیرہ کبھی استاد
کے تخلص کے قافیہ پر یا اس سے ملتا جلتا تخلص اختیار کیا جاتا ہے۔ مثلاً داغ کے شاگرد دماغ
اور ذوق کے شاگرد مذاق ہیں۔

بہرحال آپ نے شاعری کے میدان میں قدم رکھا ہے تو اپنے لئے ایک تخلص بھی

تجویز کیجئے اور اپنی نظموں میں نام کی جگہ اسے موزوں فرمایئے۔

مصرع کلام موزوں۔ شعر کے دو حصوں میں سے ایک حصہ۔ مثلاً ؎

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

شعر شعرا نے تو شعر کی تعریف میں بڑی موشگافیاں کی ہیں۔ لیکن آپ صرف اتنا سمجھئے کہ شعر دو مصرعوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ خواہ دونوں مصرعوں میں قافیہ ہو خواہ ایک ہی مصرعہ میں قافیہ ہو۔ چنانچہ ذیل میں شعر کی چار مثالیں لکھی جاتی ہیں ان میں سے ہر ایک کو شعر کہا جائیگا۔

یہ کون اے نسیم سحر گرم ناز ہے	جو پھول ہے چمن میں جبین نیاز ہے

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن	خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

کیوں نہ دل زندگی سے ہو بیزار	ہے قیامت پہ منحصر دیدار

پہلے اتنا تو اضطراب نہ تھا	کہیں آئی نہ ہو چمن میں بہار

بیت شعر کو بیت بھی کہتے ہیں۔

فرد ایک مستقل شعر کو فرد بھی کہتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شاعر ایک ہی شعر کہتا ہے یا اس کے کلام میں سے ایک ہی شعر دستیاب ہوتا ہے پس اسے فرد کہتے ہیں۔ جیسے ؎

پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر
بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر

مطلع غزل یا قصیدہ کا پہلا شعر۔ دو مقفی مصرعوں کا شعر۔ جیسے:۔

غم دنیا سے پائی بھی جو فرصت سر اٹھانے کی
فلک دیکھنا تہہ ید تیرے یاد آنے کی
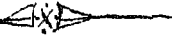
برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل
سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

حسن مطلع غزل میں ایک مطلع کے بعد اگر دوسرا مطلع ہوتا ہے تو اسے حسن مطلع کہتے ہیں۔

مقطع غزل یا قصیدہ وغیرہ کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص نظم کرتا ہے جیسے

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے

تیر جی چاہتا ہے کیا کیا کچھ
وصل اس کا خدا نصیب کرے

غزل ایک وزن اور ایک قافیہ کے اشعار کا مجموعہ۔ غزل میں عموماً کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ پچیس شعر ہوتے ہیں۔ ہر شعر میں ایک نیا مضمون ہوتا ہے، لیکن کبھی مسلسل مضمون بھی نظم کیا جاتا ہے۔ پہلا شعر مطلع ہوتا ہے۔ اور دونوں مصرعوں میں قافیہ ہوتا ہے۔ آخری شعر میں شاعر کا تخلص ہوتا ہے اور اسے مقطع کہتے ہیں۔

قصیدہ قصیدہ اور غزل کا ایک ہی انداز ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ غزل میں اشعار کم اور قصیدہ میں زیادہ ہوتے ہیں، چنانچہ ایک چھوٹے سے چھوٹے قصیدہ کو بڑی سے بڑی غزل سے بڑا ہونا چاہئے، ایک باقاعدہ قصیدہ کے چار حصے ہوتے ہیں (۱) تمہید (۲) تمہید سے مطلب کی طرف رجوع (۳) مطلب (۴) خاتمہ۔ لیکن اس کی پابندی نہ کی جائے تو بھی کچھ حرج نہیں۔ تمہید وغیرہ کے بغیر بھی قصیدے لکھے جاتے ہیں۔ غزل کی

طرح قصیدہ کا پہلا شعر مطلع ہوتا ہے اور آخری شعر مقطع

قطعہ قطعہ بھی غزل اور قصیدہ کے مانند ہوتا ہے لیکن اس کا پہلا شعر عموماً مطلع نہیں ہوتا قطعہ میں کم سے کم دو شعر ہوتے ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے مضمون مسلسل ہوتا ہی قطعہ میں مقطع کا ہونا ضروری نہیں۔

مثنوی مثنوی اس نظم کو کہتے ہیں کہ کسی مضمون یا واقعہ یا داستان کو دو دو ہموزن و ہم قافیہ مصرعوں میں موزوں کیا جائے۔ مثنوی کی کوئی مقدار معین نہیں ہے مثنوی کا مضمون مسلسل ہوتا ہے۔ لیکن ہر بیت اپنی جگہ پر مستقل قافیہ و ردیف رکھتا ہے۔ جیسے مثنوی میر حسن، مثنوی زہر عشق وغیرہ۔

رباعی ایک مضمون یا ایک خیال کو چار مصرعوں میں ادا کرتے ہیں اور اسے رباعی کہتے ہیں رباعی کا پہلا۔ دوسرا اور چوتھا مصرعہ ہم قافیہ ہوتا ہے تیسرے مصرعہ میں قافیہ ہونا ضروری نہیں۔ رباعی کے وزن مقرر ہیں عموماً مقررہ اوزان پر کہی جاتی ہے۔ رباعی کا چوتھا مصرعہ بہت زوردار ہونا چاہیئے، کیونکہ اسی کی خوبی پر رباعی کی خوبی منحصر ہے۔

ترجیع بند مختلف قافیہ اور مختلف ردیف کی چند غزلوں کا مجموعہ جن کی تعداد عموماً تین۔ پانچ۔ سات۔ دس ہوتی ہے۔ سب کا مضمون مسلسل ہوتا ہی ہر غزل کے آخر میں ایک ہی شعر پے درپے آتا ہے۔ یہ شعر مستقل ہوتا ہے اور اس میں غزل کے قافیہ اور ردیف کی پابندی نہیں کیجاتی۔

ترکیب بند ترجیع بند اور ترکیب بند میں صرف اتنا فرق ہے کہ ترجیع بند میں ایک ہی شعر پے درپے آتا ہے اور ترکیب بند میں ہر غزل کے بعد ایک نیا شعر ہوتا ہے۔

مسدس ایک نظم جس میں تین تین مطلعوں کے مستقل حصے ہوتے ہیں اور ان کو

بند کہتے ہیں یعنی جن مضامین کو بیان کرنا ہوتا ہے ان میں سے ایک ایک مضمون ایک ایک بند میں ادا کیا جاتا ہے۔ ایک بند میں پہلے دو شعر ہم قافیہ ہوتے ہیں اور تیسرا شعر کسی اور قافیہ پر ہوتا ہے۔ گویا ایک بند میں تین مطلع ہوتے ہیں دو مطلع ایک قافیہ پر اور تیسرا مطلع کسی اور قافیہ پر۔ جیسے ؎

زباں کو لہجۂ شیریں سے جانفزا کر دے ۔۔۔ لبوں کو ذوقِ تبسم سے آشنا کر دے
نظر کو ڈوٹے ہوئے دل کا آسرا کر دے ۔۔۔ یہ دست دیا کسی بیکس کے دست و پا کر دے

بتا دے سینے کو مظلوم کی سپر بننا
سکھا دے دل کو لہو بن کے اشک تر بننا

مخمس مخمس جسے خمسہ بھی کہتے ہیں۔ مسدس کے مانند ہوتا ہے فرق اتنا ہی کہ مسدس میں تین شعر یعنی چھ مصرعے ہوتے ہیں اور مخمس میں پانچ مصرعے ہوتے ہیں۔

مستزاد غزل کے ہر مصرعہ میں اسی وزن کے ایک ٹکڑے کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اسے مستزاد کہتے ہیں۔ جیسے ؎

ہوں میں عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہیں ۔۔۔ کہ ہے غم میری غذا
تو ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہیں ۔۔۔ کھائے غم تیری بلا
دل و دیں تیرے حوالے کئے کرتے ہی طلب ۔۔۔ اور جو کچھ کہا سب
پھر جو بیزار ہے تو مجھ کو بتا اس کا سبب ۔۔۔ میری تقصیر ہے کیا

مستزاد کی اور صورتیں بھی ہیں جو استادوں کا کلام دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

تضمین کبھی شاعر اپنی غزل یا دوسرے کی غزل پر مصرعے لگا کر مخمس یا مثلث بناتا ہے یعنی ہر شعر میں ایک مصرعہ یا تین مصرعوں کا اضافہ کرتا ہے اسی تضمین کہتے ہیں۔ تضمین میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جو مصرعے لگائے جائیں وہ

الفاظ اور مضمون و معنی کے لحاظ سے ایسے چسپاں ہوں کہ ایک ہی شاعر کا کلام معلوم ہو اور سننے والے کو کسی طرح کی اور بناوٹ محسوس نہ ہو۔ تضمین کی مثال حسب ذیل ہے،

حضرت مومن دہلوی عرفی کی غزل پر تضمین کرتے ہیں ؎

یوں بے حجاب ہو کے نہ تو جھانک چار سو
"اے دیدہ دار پاس کن مقبول عشق کو
رسوا نگاہ کردن و رسوا گریستن"

حضرت معروف حضرت ذوق کی غزل پر بطور مخمسہ تضمین کرتے ہیں :-

میں پڑا ہوں قید میں اور موسم گل آئی ہے
شوق کو موج صبا بیتابیاں سکھلائے ہے
سخت تنگ آیا ہوں بیٹھے بیٹھے جی گھبرائے ہے
"رخصت اے زنداں جنوں زنجیر در کھڑکائے ہے
مژدہ خار دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے"

واسوخت اصناف شاعری میں ایک واسوخت بھی ہے۔ واسوخت کے معنی ہیں معشوق سے ناراض ہونا۔ پس واسوخت ایک نظم ہے جو عموماً مسدس کی صورت میں لکھی جاتی ہے اور اس میں معشوق سے ناراضی کا اظہار کیا جاتا ہے ہر واسوخت میں عام طور پر ایک ہی مضمون ہوتا ہے۔ مثلاً ابتدائے عشق۔ معشوق کا بھولا اور سادہ مزاج ہونا۔ عاشق کے ہتھے چڑھ جانا۔ عاشق کا کھلانا پلانا۔ خدمت کرنا اور مزے اڑانا چند روز کے بعد معشوق کا ہوشیار ہونا۔ غیروں سے ملنا اور رفتہ رفتہ پہلے عاشق سے بیزار ہو جانا عاشق کا کوشش کرنا کہ معشوق راہ راست پر آجائے اور موثر طریقے سے تعلقات قدیم کی طرف توجہ دلانا۔ لیکن جب بالکل مایوس ہو جاتا تو نفرت کرنے لگنا اور صاف صاف کہدینا کہ اب ہم بھی کوئی دوسرا معشوق تلاش کر لینگے۔ اور یہ تو ہاتھ جوڑے گا تو بھی تیری طرف رخ نہ کریں گے۔ میرے ناچیز خیال میں واسوخت شاعری کے دامن پر ایک بدنما داغ ہے، اگر عشق کی جگہ بوالہوسی ہو اور معشوق ایک بازاری معشوق ہو تو یہ خیالات موزوں ہو سکتے ہیں ورنہ پاک محبت اور سچے عشق کو ان خرافات سے کیا سروکار۔ سچا عاشق کیا جانے کہ معشوق سے

کیونکر خفا ہوتے ہیں:-

نیچرل نظم جب سے اردو داں لوگوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے۔ اور انھوں نے انگریزی خیالات کو اردو میں روشناس کیا ہے اس وقت سے اردو شاعری میں ایک چیز کا "نیچرل نظم" کے نام سے اضافہ ہوا ہے۔ نیچرل نظم سے مدعا یہ ہے کہ فطرتی مناظر۔ طبعی کیفیات۔ جذبات اور تاثرات کو موزوں کیا جائے۔ لیکن عام طور پر زمانہ حال میں "نیچرل" کے نام سے جو نظمیں لکھی گئی ہیں وہ کتے۔ بلی۔ دریا۔ سمندر۔ پہاڑ۔ جگنو۔ تیتری وغیرہ کے عنوان سے لکھی گئی ہیں۔ چند روز سے عورتیں بھی اس نیچرل دنیا میں شامل ہوگئی ہیں۔ اور بہت سی نظمیں۔ بیوہ کی شب تنہائی۔ ایک دوشیزہ کی رعنائی۔ ایک رقاصہ کی دلربائی وغیرہ عنوانوں کے ماتحت لکھی گئی ہیں۔ میری خیال میں قدیم وجدید کی تفریق فضول ہے جو شعر فطرت کے خلاف ہے وہ خواہ کسی بڑے استاد کا نتیجۂ فکر کیوں نہ ہو۔ بھلا دینے کے قابل ہے

طرزِ نو کچھ انگریزی شاعری کے اختلاط اور کچھ جدت پسند لوگوں کی جدت نوازی سے آجکل ایک نئی شاعری اردو لٹریچر میں شد و مد کے ساتھ رونما ہو رہی ہے لیکن اس کے متعلق کوئی خاص قاعدہ اور کوئی خاص اصول مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ بعض اوقات ایسی نظمیں دیکھنے میں آتی ہیں جن کے دو دو شعر ہم قافیہ ہوتے ہیں کبھی دو دو شعر اس طرح لکھے جاتے ہیں کہ پہلا اور چوتھا مصرعہ ہم قافیہ اور دوسرا اور تیسرا مصرع ہم قافیہ ہوتا ہے۔ لیکن ایک آسان ترین صورت یہ اختیار کی گئی ہے کہ کسی بڑی بحر کے دو دو رکن لے کر مصرعے موزوں کر لئے جاتے ہیں۔ عموماً اس طرح کی نظمیں ترکیب بند کی صورت میں ہوتی ہیں۔ اور کبھی مسدس اور مخمس بھی لکھا جاتا ہے۔ جیسے ؎

فریب آرزو نہیں — طلسم رنگ و بو نہیں
نگاہ سو بسو نہیں — تلاش و جستجو نہیں

بشر کی گفتگو نہیں   خیالِ ما و تو نہیں
حریفِ نای و نوش ہوں   خموش سا خموش ہوں

خودی نہیں گماں نہیں   چنیں نہیں چناں نہیں
زمین و آسماں نہیں   نمودِ این و آں نہیں
زماں نہیں مکاں نہیں   حجاب درمیاں نہیں
حضور ہی حضور ہے   سرور ہی سرور ہے

فسانی ہیں جھونکے بادِ سحر کے   گردوں کے تارے دھوکی نظر کے
وہ صبح تک کے یہ رات بھر کے   مٹ جائینگے سب ایک ایک کر کے
یہ راز افشا ہوتا رہا ہے   اوّل فنا ہے آخر فنا ہے

نظم بے قافیہ

جن لوگوں کے دماغ پر بہت زیادہ انگریزی شاعری کا اثر ہے انھوں نے بے قافیہ کی نظمیں لکھنی شروع کی ہیں۔ اس کی مثالیں قدیم نثر مسجع میں بکثرت ملتی ہیں۔ تاہم نوآموزوں کے لئے یہ ایک اچھی صورت ہے۔ اور ابتدائی مشق میں اگر وہ اس سے فائدہ اٹھائیں تو مناسب ہے

علم عروض

شاعری کے متعلق اس قدر معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ کو علم عروض سے واقفیت پیدا کرنی چاہیے کیونکہ شعر میں پہلی چیز وزن ہے اور وزن کا حال عروض کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا۔ علم عروض عربوں کی ایجاد ہے۔ اسے کسی قدر تغیر کے ساتھ فارسی اور اردو میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

بحروں کی تعداد

عروض کی انیس بحریں ہیں جن کے نام یہ ہیں:-

(۱) طویل (۲) مدید (۳) بسیط (۴) کامل (۵) وافر۔ (۶) ہزج (۷) رمل (۸) رجز (۹) منسرح (۱۰) مضارع (۱۱) سریع (۱۲) خفیف (۱۳) مجتث (۱۴) مقتضب (۱۵) متقارب (۱۶) متدارک (۱۷) جدید (۱۸) قریب (۱۹) مشاکل۔

بحروں کی اصلی حالت

ان انیس بحروں میں سے بعض بحور خصوصیت کے ساتھ صرف عربی میں استعمال کی جاتی ہیں اور بعض تغیرات کے بعد اردو فارسی میں مستعمل ہیں۔ ان بحروں کی اصلی حالت حسب ذیل ہے صرف ایک مصرع کا وزن لکھا جاتا ہے۔

(۱) طویل۔ فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن

(۲) مدید۔ فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن

(۳) بسیط۔ مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن

(۴) کامل۔ متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

(۵) وافر۔ مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن

(۶) ہزج۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

(۷) رمل - فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

(۸) رجز - مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

(۹) منسرح - مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات

(۱۰) مضارع - مفاعیلن فاعلات مفاعیلن فاعلات

(۱۱) سریع - مستفعلن مستفعلن مفعولات

(۱۲) خفیف - فاعلات مستفعلن فاعلات

(۱۳) مجتث - مستفعلن فاعلات مستفعلن فاعلات

(۱۴) مقتضب - مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن

(۱۵) متقارب - فعولن فعولن فعولن فعولن

(۱۶) متدارک - فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن

(۱۷) جدید - فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن

(۱۸) قریب - مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن

(۱۹) مشاکل - فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن -

استعمال میں آنیوالی بحریں اور تقطیع کا طریقہ

ان بحروں میں جن کی اصلی صورتیں آپ نے ملاحظہ کیں طرح طرح کی تغیرات ہوئے ہیں - ان تغیرات کو عروض کی اصطلاح میں "زحاف" کہتے ہیں - اگر اس جگہ زحافات کے غیر مانوس نام اور تکلیف دہ تفصیل لکھی جائے تو یہ صفحہ نہایت خوفناک بنجائیگا - اور اس سے پریشان ہوکر آپ پھر کبھی شاعری کا نام نہ لیں گے اس لئے میں ان کا ذکر بھی نہیں کروں گا - اور صرف اس بات پر اکتفا کروں گا کہ تغیر کے بعد ان بحروں کی جو صورت ہے وہ آپ کے سامنے پیش کروں - البتہ میں زحافات کے نام ایک طرف درج کردونگا

لیکن آپ کو اختیار ہے کہ ان کو پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ تغیرات کے بعد ان بحروں کا رنگ بہت نکھر گیا ہے اور ان کے اندر ایسی موزونیت پیدا ہو گئی ہے کہ ایک ناواقف آدمی بھی بشرطیکہ وہ شاعری کا قدرتی ذوق رکھتا ہو اس کا اندازہ کر سکتا ہے کہ وزن کے ساتھ ساتھ مثال اور تقطیع کرنے کا عملی طریقہ بھی قلمبند کیا گیا ہے، تاکہ ناظرین کامل فائدہ اٹھا سکیں۔

بحر بسیط (مثمن مطوی)

وزن | ایک مصرع) مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن

مثال | یار کا جور و ستم دیکھئے کب تک سہے ؛ کوئی گرفتار غم دیکھئے کب تک رہے۔

تقطیع | یار کا جو مفتعلن ر و ستم فاعلن دیکھئے کب مفتعلن تک رہے فاعلن۔
کوئی گرف مفتعلن تار غم فاعلن دیکھئے کب مفتعلن تک رہے فاعلن۔

بحر کامل (مثمن سالم)

وزن۔ | ایک مصرع) مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن

مثال | خرد و خیال کو دخل ہے نہ قیاس و وہم کو بار ہے ؛ مگر اک تحیر شوق ہے کہ شریک محفل یار ہے

تقطیع۔ | خرد و خیال متفاعلن ل کو دخل ہے متفاعلن نہ قیاس و وہ متفاعلن م کو بار ہے متفاعلن
مگر اک تحی متفاعلن یر شوق ہے متفاعلن کہ شریک مح متفاعلن فل یار ہے متفاعلن

بحر ہزج (مثمن سالم)

وزن۔ | ایک مصرع) مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

مثال۔ | جگر کو دیکھئے کب تک تہ تیر ہو جگر ہونا ؛ کہ اسکو خون ہونا ہے ابھی پھر اشک تر ہونا

تقطیع۔ | جگر کو دے مفاعیلن کھئے کب تک مفاعیلن تہ تیر سو مفاعیلن جگر ہونا مفاعیلن کہ اسکو
خو د مفاعیلن ن ہونا ہے مفاعیلن ابھی پھر اش مفاعیلن ک تر ہونا مفاعیلن۔

بحر ہزج (مثمن مقبوض)

وزن | ایک مصرع) مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن

مثال | جو تم طرب فزا نہیں تو عیش روزگار کیا ؛ کنار جوئبار کیا ہوائے نو بہار کیا

تقطیع - جو تم طرب مفاعلن فزا نہیں مفاعلن تو عیش رو مفاعلن زگار کیا مفاعلن - کنار جو -
مفاعلن ئبار کیا مفاعلن ہوائے نو مفاعلن بہار کیا مفاعلن -

بحر ہزج (مثمن اخرب)

وزن (ایک مصرع) مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن

مثال - جو جان سے ور گذرے وہ چاہے سو کر گزرے
گر آج نہ تم آتے کیا جانیے کیا ہوتا

تقطیع | جو جاں مفعول سے ور گزرے مفاعیلن وہ چاہے مفعول سو کر گزرے مفاعیلن
گر آج مفعول تم نہ آتے مفاعیلن کیا جانِ مفعول یے کیا ہوتا مفاعیلن -

بحر ہزج (مثمن - اخرب - مکفوف - محذوف)

وزن (ایک مصرع) مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن

مثال | ہر شے میں ہے اک جلوۂ جانانہ کسی کا ؛ سنئے در و دیوار سے افسانہ کسی کا

تقطیع - ہر شے میں مفعول ہے اک جلو مفاعیل ہ جانا نہ مفاعیل کسی کا فعولن
سنئے د مفعول ر و دیوار مفاعیل سے افسانہ مفاعیل کسی کا فعولن

ایضاً (مسدس مقصور)

وزن | ایک مصرع مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

مثال | ہوئے جس کے لئے برباد افسوس ؛ وہ کرتا بھی نہیں اب یاد افسوس

تقطیع - ہوئے جس کے مفاعیلن لئے بربا مفاعیلن د افسوس مفاعیل
وہ کرتا بھی مفاعیلن نہیں اب یا مفاعیلن د افسوس مفاعیل

ایضاً (ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف)

وزن (ایک مصرع) مفعول مفاعلن فعولن -

مثال | ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری ؛ ثمرہ ہے قلم کا حمد باری

تقطیع | ہر شاخ مفعول میں ہے شگو مفاعلن فہ کا ری فعولن

ثمرہ ہے مفعول قلم کا حم مفاعلن دبا ری فعولن ۔

بحر رمل (مثمن محذوف)

وزن (ایک مصرع) فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن (یا آخر میں بجائے فاعلن۔ فاعلات قصر)

مثال | پھر جنوں ذوق طلب کا امتحاں لینے لگا

پھر خیالِ زلف دل میں چٹکیاں لینے لگا

تقطیع | پھر جنوں ذو فاعلاتن ق طلب کا فاعلاتن امتحاں لے فاعلاتن نے لگا فاعلن

پھر خیال فاعلاتن زلف دل میں فاعلاتن چٹکیاں لے فاعلاتن نے لگا فاعلن

ایضاً (مثمن مشکول)

وزن (ایک مصرع) فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن

مثال | ہمیں تیری دلربائی کے فریب یاد آئے ؛ کسی نو اسیر الفت کو جو کامیاب دیکھا

تقطیع | ہمیں تیری فعلات دلربائی فاعلاتن کے فریب فعلات یاد آئے فاعلاتن ۔

کسی نو فعلات سیر الفت فاعلاتن کو جو کا م فعلات یاب دیکھا فاعلاتن

ایضاً (مثمن مخبون مقصور)

وزن | (ایک مصرع) فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلات (یا آخر میں فعلات کی جگہ فعلن

مخبون محذوف ۔

مثال | اب نہ وہ میں ہوں نہ ساقی نہ وہ سر ہے نہ خمار

اب نہ وہ چشم تماشا ہے نہ گلشن نہ بہار

تقطیع | اب نہ وہ میں فاعلاتن ہوں نہ ساقی فعلاتن نہ وہ سر ہے فعلاتن نہ خمار فعلات ۔

اب نہ وہ چش فاعلاتن م تماشا فعلاتن ہے نہ گلشن فعلاتن نہ بہار فعلات

بحر رمل (مسدس مخبون مقصور)

وزن | ایک مصرع (فاعلاتن فعلاتن فعلات (یا آخر میں بجائے فعلات کے فعلن)

مثال | جس کو معلوم ہے انجام بہار * دے گا بھولے سے نہ وہ نام بہار

تقطیع | جس کو معلو فاعلاتن م ہے انجا فعلاتن م بہار فعلات
دے گا بھولے فاعلاتن سے نہ وہ نا فعلاتن م بہار فعلات

بحر رجز (مثمن سالم)

وزن (ایک مصرع) مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

مثال | میخانہ ویراں ہو گیا اب کچھ یہاں باقی نہیں،
ساغر نہیں، مینا نہیں، میکش نہیں ساقی نہیں

تقطیع | میخانہ وی مستفعلن راں ہو گیا مستفعلن اب کچھ یہاں مستفعلن باقی نہیں مستفعلن۔
ساغر نہیں مستفعلن مینا نہیں مستفعلن میکش نہیں مستفعلن ساقی نہیں مستفعلن

ایضاً (مثمن مطوی مخبون)

وزن۔ | ایک مصرع (مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن

مثال | صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری * کثرت درد سے سیہ شعلۂ شمع خاوری۔

تقطیع | صبح ہوئی مفتعلن تو کیا ہوا مفاعلن ہے وہی تی مفتعلن رہ اختری مفاعلن
کثرت دو مفتعلن د سے سیہ مفاعلن شعلۂ شم مفتعلن ع خاوری مفاعلن

منسرح (مثمن مطوی موقوف)

وزن | ایک مصرع (مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات۔

مثال | دیکھ کے تیرا شباب اے بت عالم فریب * کیوں نہ کہیں الوداع مجھ کو قرار و شکیب

تقطیع | دیکھ کے تے مفتعلن را شباب فاعلات اے بت عا مفتعلن لم فریب فاعلات ۔
کیوں نہ کہیں مفتعلن الوداع فاعلات مجھ کو قرا مفتعلن رو شکیب فاعلات ۔

مضارع (مثمن اخرب)

وزن (ایک مصرع) مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

مثال۔ اس غم کدہ میں یارب میں کس سے دل لگاؤں ÷ جس شے کو دیکھتا ہوں آمادۂ فنا ہے

تقطیع۔ اس غم ک مفعول دہ میں یارب فاعلاتن میں کس سے مفعول دل لگاؤں فاعلاتن
جس شے کو مفعول دیکھتا ہوں فاعلاتن آمادہ مفعول ء فنا ہے فاعلاتن۔

ایضاً (مثمن اخرب مکفوف مقصور)

وزن (ایک مصرع) مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات (یا آخر میں فاعلات کی جگہ فاعلن اخرب مکفوف۔

مثال۔ شام وسحر میں پہلے یہ رعنائیاں نہ تھیں ÷ ہر شے جوان ہے ترے عہد شباب میں۔

تقطیع۔ شام وس مفعول حر میں پہلے فاعلات یہ رعنا ء مفاعیل یاں نہ تھیں فاعلن۔
ہر شے ج مفعول وان ہے ت فاعلات رِ عہد ش مفاعیل باب میں فاعلن۔

سریع (مطوی موقوف)

وزن (ایک مصرع) مفتعلن مفتعلن فاعلان (یا مکشوف فاعلن)

مثال۔ پایا جو شہزادہ نے اس دم وہاں ÷ اس گل بے خار کو بے باغباں

تقطیع۔ پایا جو شہ مفتعلن زادہ نے اس مفتعلن دم وہاں فاعلن
اس گل بے مفتعلن خار کو بے مفتعلن باغباں فاعلن۔

خفیف (مخبون محذوف)

وزن (ایک مصرع) فاعلاتن مفاعلن فعلن

مثال۔ میں سمجھتا ہوں اس کا ردّ سخن ÷ گو کسی کی طرف خطاب نہ ہو

تقطیع۔ میں سمجھتا فاعلاتن ہوں اس کا رد مفاعلن دے سخن فعلن
گو کسی کی فاعلاتن طرف خطا مفاعلن ب نہ ہو فعلن۔

مجتث (مخبون مقصور)

وزن (ایک مصرع) مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان یا فعلن

مثال۔ وفورِ غم سے شبِ غم یہ حال ہوتا ہے ۔ خوشی کی بات سے دل کو ملال ہوتا ہے۔

تقطیع۔ وفورِ غم مفاعلن سے شبِ غم فعلاتن یہ حال ہو مفاعلن تا ہے فعلن
خوشی کی با مفاعلن ت سے دل کو فعلاتن ملال ہو مفاعلن تا ہے فعلن

متقارب (مثمن سالم)

وزن (ایک مصرع) فعولن فعولن فعولن فعولن

مثال۔ مری آہ کا تم اثر دیکھ لینا ۔ وہ آئیں گے تھامے جگر دیکھ لینا۔

تقطیع۔ مری آ فعولن ہ کا تم فعولن اثر دے فعولن کھ لینا فعولن
وہ آئیں فعولن گے تھامے فعولن جگر دے فعولن کھ لینا فعولن

ایضاً (مثمن مقصور)

وزن (ایک مصرع) فعولن فعولن فعولن فعول

مثال۔ الٰہی میں بندہ گنہگار ہوں ۔ گناہوں سے اپنے گرانبار ہوں

تقطیع۔ الٰہی فعولن میں بندہ فعولن گنہگا فعولن رہوں فعول
گناہوں فعولن سے اپنے فعولن گرانبا فعولن رہوں فعول

ایضاً (مثمن محذوف)

وزن (ایک مصرع) فعولن فعولن فعولن فعل

مثال۔ دلاسا تمہارا بلا ہو گیا
قلق اور دل میں سوا ہو گیا

تقطیع۔ دلاسا فعولن تمہارا فعولن بلا ہو فعولن گیا فعل
قلق او فعولن ر دل میں فعولن سوا ہو فعولن گیا فعل

متقارب (مقبوض اثلم - ۱۶ رکنی)

وزن (ایک مصرع) فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن

مثال ۱ یہ کس قیامت کی بیقراری ہے شام ہی سے دل حزیں کو
اگر یہی رنگ ہے خدایا تو آج کیونکر سحر کریں گے

تقطیع یہ کس ق فعول یامت فعلن کی بیق فعول راری فعلن ہے شام فعول ہی سے فعلن دل
ح فعول زیں کو فعلن ۔ اگر ی فعول ہی رن فعلن گ ہے خ فعول دا یا فعلن تو آج
فعول کیونکر فعلن سحر ک فعول رینگے فعلن

ایضاً (مثمن اسلم)

وزن (ایک مصرع) فعلن فعولن فعلن فعولن

مثال ۔ یہ رازِ آخر افشا ہوا ہے ۔ اوّل فنا ہے آخر فنا ہے

تقطیع یہ را فعلن زِ آخر فعولن افشا فعلن ہوا ہے فعولن
اوّل فعلن فنا ہے فعولن آخر فعلن فنا ہے فعولن

متدارک (مخبون ۱۶ رکنی) آٹھ رکن کی بھی ہوتی ہے

وزن (ایک مصرع) فَعِلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن

مثال ۱ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے
گئے دونوں جہان کے کام سے ہم نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

تقطیع ۔ نہ خدا فعلن ہی ملا فعلن نہ وصا فعلن لِ صنم فعلن نہ ادھر فعلن کے ہوئے فعلن نہ اُدھر
فعلن کے ہوئے فعلن ۔ گئے دُ فعلن نو جہا فعلن ن کے کا فعلن م سے ہم فعلن نہ
اِدھر فعلن کے ہوئے فعلن نہ اُدھر فعلن کے ہوئے فعلن ۔

ایضاً (مثمن مقطوع)

وزن (ایک مصرع) فعلن فعلن فعلن فعلن ۔

مثال | جیسا دیکھا مضطر دل کو ؛ ویسا پایا کب بسمل کو

تقطیع۔ | جیسا فعلن دیکھا فعلن مضطر فعلن دل کو فعلن

ویسا فعلن پایا فعلن کب بس فعلن مل کو فعلن

متدارک (مقطوع۔ ۱۶ رکنی)

وزن (ایک مصرع) فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

مثال۔ | دانا تو ہے بینا تو ہے خالق تو ہے قادر تو ہے

باطن تو ہے ظاہر تو ہے اوّل تو ہے آخر تو ہے

تقطیع۔ | دانا فعلن تو ہے فعلن بینا فعلن تو ہے فعلن خالق فعلن تو ہے فعلن قادر فعلن تو ہے فعلن ؛ باطن فعلن تو ہے فعلن ظاہر فعلن تو ہے فعلن اوّل فعلن تو ہے فعلن آخر فعلن تو ہے فعلن۔

تقطیع میں حرفوں کا گرنا

یاد رکھیے کہ تقطیع میں یعنی شعر کا وزن کرنے میں لکھے ہوتے حرفوں کا اعتبار نہیں بلکہ ان کے تلفظ کا لحاظ کیا جاتا ہے جو حروف لکھے جاتے ہیں لیکن بولنے میں اپنی آواز نہیں دیتے ان کا تقطیع میں شمار نہیں ہے مثلاً خوش میں تین حرف ہیں لیکن وزن کرنے میں صرف دو شمار کئے جائینگے۔ کیونکہ "و" اپنی آواز نہیں دیتا۔ اسی طرح بعض حروف شعر میں گر جاتے ہیں اور اس لئے وہ تقطیع کے شمار میں نہیں آتے۔

صبا نے مار تھپیڑے منہ اس کا لال کیا

تقطیع۔ | صبا نِ ما مفاعلن رتھپیڑے فعلاتن مُ اس کا لا مفاعلن ل کیا فعلن

دیکھئے تقطیع کرنے میں کتنے حرف گر گئے "نے" کی "ے"، گر گئی "مار" کی "ر" ساکن تھی اس کو

متحرک بنانا پڑا۔ منہ کا مُ رہ گیا۔ کا میں الف گر گیا۔ لال کا ل ساکن تھا اسے متحرک بنایا گیا۔
لیکن آپ کو خیال رہے کہ جہانتک ممکن ہو آپ حروف نہ گرائیں۔ جن حروف کا گرنا جائز
سمجھا گیا ہے وہ عموماً حروف علّت یعنی (ا۔ و۔ ی) تین حروف ہیں بشرطیکہ یہ ہندی الفاظ میں
واقع ہوں۔ کو۔ کا۔ کی میں یہ حروف اکثر گر جاتے ہیں۔ بعض ہندی الف کے دھوکے میں ع اور
ہ بھی گرا دیتے ہیں۔ اس کی احتیاط رکھنی چاہئے۔ صحیح صحیح لکھنے میں تو کسی پس وپیش کی ضرورت
نہیں۔ لیکن جب کوئی بات پس وپیش کی نظر آئے تو اس وقت تک نہ لکھئے جب تک اسے
استادوں کے کلام میں نہ دیکھ لیجئے۔ لیکن سب سے بہتر یہ ہے کہ ان کمزوریوں سے احتراز
کیجئے۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ جیسی عادت ڈالی جائے ویسی پڑ جاتی ہے۔

ذیل کی مثال سے تینوں حرف علت اور ہمزۂ وصل کا تقطیع میں ساقط ہو جانا اچھی
طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ اگرچہ جائز ہے لیکن میرے نزدیک جہاں تک ممکن ہو اس جواز سے
فائدہ نہ اٹھایا جائے۔

مثال۔ ظفر اس کو نہ جانئے اہل خرد گو ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا

تقطیع۔ ظفرُ س فعلن کُ نَ جا فعلن نئے اہ فعلن ل خرد فعلن گُ ہُ کے فعلن سَ ہِ صا فعلن
حب فہم فعلن مُ ذکا فعلن

وزن و تقطیع کا نیا طریقہ

اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے کہ تمام بحروں کا وزن حرکت اور سکون پر مبنی ہے،
اگر آپ حرکت و سکون کا مسئلہ سمجھ لیں گے تو شعر کی تقطیع کرنے میں بہت آسانی محسوس ہوگی
ذیل کی مثال پر غور کرنے سے یہ بات بخوبی آپ کی سمجھ میں آجائیگی۔ دیکھئے

فاعلاتن مفاعلن فعلن

اس وزن کا یہ مصرع ہے۔ میں : اچھا ہوا برا نہ ہوا۔

اب آپ وزن کے حرکت وسکون کو شمار کیجئے (پہلے نمبر پر) حرکت (۲) سکون (۳) حرکت (۴) حرکت (۵) سکون (۶) حرکت (۷) سکون (۸) حرکت (۹) حرکت (۱۰) سکون (۱۱) حرکت (۱۲) حرکت (۱۳) سکون (۱۴) حرکت (۱۵) حرکت (۱۶) حرکت (۱۷) سکون۔

اس کے بعد مصرع کے حرکت وسکون کو دیکھئے (۱) م حرکت (۲) ی سکون (۳) نہ حرکت (۴) اُ حرکت (۵) چھ سکون (۶) چھَ حرکت (۷) آ سکون (۸) ہُ حرکت (۹) وَ حرکت (۱۰) آ سکون (۱۱) بُ حرکت (۱۲) رَ حرکت (۱۳) آ سکون (۱۴) نَہ حرکت (۱۵) ہُ حرکت (۱۶) وَ حرکت (۱۷) آ سکون

حرکت میں زیر زبر پیش کا اعتبار نہیں۔ حرکت ہونی چاہئے خواہ زیر ہو خواہ زبر ہو خواہ پیش ہو۔ تقطیع میں بعض ساکن حروف متحرک کر لئے جاتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اپنی طرف سے جس حرف کو چاہیں متحرک کر لیں اور متحرک کو ساکن کر لیں۔ میں آپ کو مثال کے ذریعہ سے سمجھاتا ہوں۔ ملاحظہ کیجئے اسی شعر کا پہلا مصرع۔

درد منت کش دوا نہ ہوا۔ درد منت فاعلاتن کش دوا مفاعلن نہوا فعلن۔

اس مصرع میں درد کی دال ساکن ہے اس کو متحرک کیا گیا ورنہ چوتھے نمبر پر حرکت کی جگہ سکون ہو جاتا اور اصل وزن میں غلطی واقع ہوتی۔ بعض حروف تقطیع میں گر جاتے ہیں یا شمار نہیں ہوتے۔ جیسے "دو میں" میں حرف "ن" نون شمار سے باہر ہے،

اگر یہ صورت بھی ذہن نشین نہ ہو تو آسان ترین ترکیب یہ ہے کہ حسب ذیل نقشہ بنا کر غور فرمائیے۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷
فَ	اْ	عِ	لَ	اْ	تُ	نْ	مُ	فَ	اْ	عِ	لُ	نْ	فَ	عِ	لُ	نْ
مَ	یں	نَہ	اَ	چھ	چھَ	اْ	ہُ	وَ	اْ	بُ	رَ	اْ	نَہ	ہُ	وَ	آ
حرکت	سکون	حرکت	حرکت	سکون	حرکت	سکون	حرکت	حرکت	سکون	حرکت	حرکت	سکون	حرکت	حرکت	حرکت	سکون

یہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ وزن شعر میں سارا کھیل حرکت و سکون کا ہے۔ پس اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ صرف تین ٹکڑے ایسے ہیں جن سے تمام بحریں مرکب ہوتی ہیں۔ ایک ٹکڑا ایسا جس میں پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو۔ جیسے تم۔ دوسرا ٹکڑا ایسا جس میں پہلا اور دوسرا متحرک اور تیسرا ساکن ہو۔ جیسے فقم۔ تیسرا ٹکڑا ایسا جس میں پہلا دوسرا تیسرا حرف متحرک اور چوتھا ساکن ہو۔ جیسے کرنا۔ گویا پہلا ٹکڑا دو حرفی۔ دوسرا سہ حرفی تیسرا چہار حرفی ہے۔ ان تین ٹکڑوں سے تمام بحروں کا وزن ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے تو اس اصول کو ایسا مقبول قرار دیا ہے کہ وہ عروض کے تمام افاعیل کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن میں نے اس طریقہ میں عملی طور پر کچھ دقتیں محسوس کیں اور ان دقتوں کے علاوہ لفظ بلفظ تقطیع کرنے میں قدیم افاعیل کی طرح روانی نہیں پیدا ہوتی مثلاً

دلِ ناشکیب سے در گزر کہ فریب خوردہ یار ہے

اس مصرع کی تقطیع قدیم طریقہ سے بآسانی اس طرح ہو جائے گی کہ دل نا شکے متفاعلن بَ سے در گزر متفاعلن کہ فریب خور متفاعلن دہ یار ہے متفاعلن۔ لیکن ان سہ لفظی افاعیل سے اس طرح تقطیع کی جائیگی کہ دِ دلِ ناکرنا شکے فقم ب سے در کرنا گزر فقم کہ فرے کرنا ب خور فقم دہ یا کرنا ہے فقم۔ اب ظاہر ہے کہ متفاعلن کی طرح کرنا اور فقم میں روانی نہیں۔

لیکن وزن سے کانوں کو آشنا کرنے کے لئے یہ طریقہ بہت اچھا ہے۔ پس ذیل میں تمام بحور کا وزن ان سہ لفظی اوزان کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ تاکہ آپ کو وزن کی عادت ہو اور آپ کی قوت سامعہ مشق حاصل کر سکے۔

(۱) ——— یار کا جور و ستم دیکھئے کب تک رہے
تم کرنا تم فقم تم کرنا تم فقم

(۲) ——— خرد و خیال کو دخل ہے نہ قیاس و وہم کو بار ہے

کرتا نقم کرتا فقم کرتا فقسم کرتا فقسم

(۳) جگر کو دیکھئے کب تک میسر ہو جگر ہونا

فقم قم قم فقم قم قم نقم قم قم فقسم قم قم

(۴) جو تم طرب فزا نہیں تو عیش روزگار کیا

فقم فقم نقم فقم فقم نقم فقسم فقسم

(۵) جو جاں سے درگزرے وہ چاہے سو کر گزرے

قم قم کرتا قم قم کرتا قم قم کرتا قسم قم کرتا

(۶) سنئے در و دیوار سے افسانہ کسی کا

قم قم کرتا قم کرتا قم کرتا قم کرتا

(۷) ہوئے جس کے لئے برباد افسوس

فقم قم قم فقسم قم قم فقسم قسم

(۸) ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری

قم قم کرتا فقسم فقسم قسم

(۹) پھر جنوں ذوق طلب کا امتحاں لینے لگا

قم فقم قم قم فقم قم قسم نقم قم قسم فقم

(۱۰) ہمیں تیری دلربائی کے فریب یاد آئے

کرتا فقم فقم قم کرتا فقسم فقسم قسم

(۱۱) اب نہ وہ میں ہوں نہ ساقی نہ وہ مے ہے نہ خمار

قم فقم قم کرتا قسم کرتا قسم کرتا

(۱۲) جس کو معلوم ہے انجام بہار

قم فقم قم کرتا قسم کرتا

(۱۳) — ساغر نہیں مینا نہیں ستکش نہیں ساقی نہیں
قم قم نفقم قم قم ففقم قم قم نفقم قم قم نفقم

(۱۴) — صبح ہوتی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری
قم کرنّا ففقم ففقم قسم کرنّا ففقم ففقم

(۱۵) — اس غم کدہ میں یارب میں کس سے دل لگاؤں
قم قم ففقم نفقم قم قم قسم ففقم ففقم قم

(۱۶) — شام سحر میں پہلے یہ رعنائیاں نہ تھیں
قم قم نفقم نفقم کرنّا قسم نفقم ففقم

(۱۷) — پایا جو شہزادہ نے اس دم وہاں
قم کرنّا قسم کرنّا قم ففقم

(۱۸) — میں سمجھتا ہوں اس کار وئے سخن
قم نفقم ففقم ففقم ففقم کرنّا

(۱۹) — وفورِ غم سے شب غم یہ حال ہوتا ہے
نفقم نفقم کرنّا قسم ففقم ففقم کرنّا

(۲۰) — مری آہ کا تم اثر دیکھ لینا
نفقم قم ففقم قم نفقم قم ففقم قم

(۲۱) — دلاسا تمہارا بلا ہو گیا
نفقم قم نفقم قم ففقم قسم ففقم

(۲۲) — یہ کس قیامت کی بیقراری ہے شام ہی سے دل حزیں کو
نفقم ففقم قم نفقم ففقم قم نفقم نفقم قم نفقم نفقم قسم

(۲۳) — اوّل فنا ہے آخر فنا ہے

تم تم تفعم تم تم تم تفعـــم

(۲۴) ـــــ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

کرنا کرنا کرنا کرنا ـ کرنا کرنا کرنا کرنا

(۲۵) ـــــ باطن تو ہے ظاہر تو ہے اوّل تو ہے آخر تو ہے

تم تم تم تم تم تم تم تم تم تم تم تم قم قم تم تم قم قم تم قم تم تم

واقفیت عروض کے بغیر شاعری

اگر مذکورہ بالا صورتوں سے بھی آپ کا دل گھبرائے یا یہ آسان باتیں بھی آپ کی سمجھ میں نہ آئیں تو پھر سب کچھ چھوڑ کر آپ ایک طریقہ پر عمل کریں اور وہ یہ ہے کہ اپنے کانوں کو وزن معلوم کرنے کا خوگر بنائیں آپ اس سے بحث نہ کیجئے کہ کسی شعر کی بحر کیا ہے وزن کیا ہے اور نہ عروض کی واقفیت سے سروکار رکھئے۔ صرف اتنی قوت تمیز پیدا کر لیجئے کہ ایک وزن کو دوسرے وزن سے جدا کر سکیں۔ میں نے اس کتاب میں صرف پچیس وزن لکھے ہیں اور عام طور پر یہی وزن نظموں اور غزلوں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ چند بحریں اور چند وزن ان کے علاوہ بھی ہیں لیکن وہ عام استعمال میں نہیں آتے۔ اس لئے میں نے آپ کی پراگندہ خاطری کا خیال کر کے انکو اس جگہ قلمبند نہیں کیا۔

اب میں ذیل میں پچیس مصرعے لکھتا ہوں۔ آپ کے سامنے جو غزل آئے اس کا ایک مصرع لے کر اندازہ کیجئے کہ ان پچیس مصرعوں میں سے کونسا مصرع اس کے مطابق ہے۔ بار بار اس طرح آزمائش کرنے سے آپ چند روز میں ہر شعر کا وزن شناخت کرنے لگیں گے اس کے بعد اگر آپ کا جی چاہے تو بحروں کے نام بھی یاد کر لیجئے اور ایک قابل شاعر کی طرح رفتہ رفتہ عروض کی واقفیت بہم پہونچائیے۔ ورنہ شعر کیلئے اتنی مہارت

بھی کافی ہے

شعر کے پچیس ۲۵ وزن

(۱) ——— دیدۂ انصاف سے آپ ذرا دیکھئے

میری وفا دیکھئے اپنی جفا دیکھئے

(۲) ——— کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

(۳) ——— نہ بھول اے آرسی گر یار کو تجھ سے محبت ہے

نہیں کچھ اعتبار اس کا یہ منہ دیکھے کی الفت ہے

(۴) ——— جو تم طرب فزا نہیں تو عیش روزگار کیا

کنارِ جو بہار کیا بہار لالہ زار کیا

(۵) ——— تھا آفت جان اس کا انداز کما ندار ی

ہم بچ کے کہاں جاتے گر تیر خطا ہوتا

(۶) ——— اک پیکر جانانہ ہم آغوش نظر ہے

ناموس کی پرواہ ہے نہ انجام کا ڈر ہے

(۷) ——— کبھی جن حسرتوں کی ابتدا تھی

اب ان کی انتہا ہے اور میں ہوں

(۸) ——— پھولوں میں اگر ہے بو تمہاری

کانٹوں میں بھی ہو گی خو تمہاری

(۹) سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

(۱۰) —— یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

(۱۱) —— آپ آتے تھے مگر کوئی عناگیر بھی تھا
ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا

(۱۲) —— کون سنتا ہے کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری

(۱۳) —— امشب بیا تا در چمن سازیم برہم پیمانہ را
تو شمع و گل را داغ کن من بلبل و پروانہ را

(۱۴) —— غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں
بوسہ کو پوچھتا ہوں میں منہ سے مجھے بتا کہ یوں

(۱۵) —— آئے ہو جب بڑھا کے دل کی لگن گئے ہو
جب سوز دل کہا ہے تم آگ بن گئے ہو

(۱۶) —— محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

(۱۷) —— باز ہوائے چمنم آرزوست
جلوہ سرو و سمنم آرزوست

(۱۸) —— ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

(۱۹) —— ضرور یہ لب لعلیں کوئی فسوں گر ہے
کہ تیری بزم سے اٹھنا محال ہوتا ہے

(۲۰) —— مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

(۲۱) — کریما ببخشائے بر حالِ ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

(۲۲) — تمہیں ہے جانا تو جاؤ بہ وفا کے باتیں نہ جی جلاؤ
یہ ہم سے اب پوچھنا ہی کیا ہے کہ آپ کیونکر بسر کرینگے

(۲۳) — مجروح دل ہے زخمی جگر ہے
تیری نظر ہے یا نشتر ہے

(۲۴) — ظفر اس کو نہ جانئے اہل خرد گو ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

(۲۵) — پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

ردیف اور قافیہ

اب میں چند باتیں ردیف اور قافیہ کے متعلق بیان کرتا ہوں۔ لیکن یہ شاہد مقصود بھی نامانوس اور ثقیل اصلاحوں کے حجابات میں مخفی ہے میں حتی المقدور کوشش کروں گا کہ یہ ڈراونی اصطلاحیں آپ کے سامنے نہ آئیں اور کام بن جائے۔

(۱) قافیہ کے آخر میں ایک اصلی حرف ہوتا ہے جس پر قافیہ کا دار و مدار ہے۔ جیسے گلزار اور بہار میں (ر)۔ اس آخری اور اصلی حرف کو روی کہتے ہیں۔ اس حرف کو اصلی ہونا چاہیئے۔ جیسے دریا۔ صحرا میں الف اصلی ہے اور دانا اور بینا میں الف وصلی ہے اگرچہ قافیہ اصلی روی کے ہوں تو ایک دو قافیہ وصلی روی کے بھی، بنھ جاتے ہیں۔ لیکن

سب قافیہ وصلی کے ہوں تو کام نہیں چل سکتا۔ جیسے چلی نخفی سجی۔ اصلی قافیوں کے ساتھ
لگی۔ بکی۔ نذری میں سے کوئی وصلی قافیہ آجائے تو مضائقہ نہیں۔ لیکن مطلع میں دو وصلی
قافیہ لانا مثلاً دانا و بینا اور لکھا۔ دیکھا کو لکھنا جائز نہیں۔

اگر قافیہ طُور۔ حُور ہے تو اَور۔ طَور اس کا قافیہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نور۔ دور اسکا
قافیہ ہوگا۔ حتیٰ المقدور مجہول اور معروف کا بھی امتیاز رکھنا چاہیئے۔ یعنی حور کا قافیہ
زور۔ مور نہیں لانا چاہیئے۔ اسی طرح تیر۔ میر۔ پیر۔ کا قافیہ شیر خیر اور زیر۔ دیر
نہیں ہونا چاہیئے۔

تخت کا قافیہ بخت اور سخت یا کوئی ایسا ہی لفظ جس میں ت سے پہلے خ آئی
ہو اور خ سے پہلے جو حرف ہو اس کو زبر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح درست کا قافیہ پست۔
اور دشت کا قافیہ گشت ہو سکتا ہے۔

قافیہ کی خوبی یہ ہے کہ ایک قافیہ کے حروف دوسرے قافیہ میں زیادہ سے زیادہ
پائے جائیں مثلاً جاہل کا قافیہ باطل بھی ہے لیکن کاہل اور ساحل زیادہ خوب ہیں۔ اور
کا قافیہ اکثر اور بہتر بھی ہے لیکن یاور اور خاور زیادہ خوب ہے،

شَر کا قافیہ گَر یا کُر۔ اور خیر کا قافیہ زیر۔ نور کا قافیہ غور زشت کا قافیہ گشت۔ کابل کا
قافیہ بادل یا کاہل۔ بحر کا قافیہ شہر۔ وحی کا قافیہ نہی۔ گشت کا قافیہ مُشت۔ دست کا قافیہ
شست۔ صباح کا قافیہ سپاہ۔ بناوٹ کا قافیہ لطافت کبھی نہ لاؤ۔ نیکوتر۔ زیباتر اور
ستمگر۔ جفاگر۔ او سباتیں۔ عورتیں۔ اور کھانا۔ کھونا۔ اوبیاراں۔ دوستاں وغیرہ قافیئے قابل
اجتناب ہیں۔

مشق۔ تجربہ اور دوسری کتابوں کے مطالعہ سے آپکو قافیہ کے متعلق پوری
معلومات حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس جگہ بہت اختصار کے ساتھ باتیں بتائی گئی ہیں۔

ردیف اس لفظ کو کہتے ہیں جو قافیہ کے بعد ہر شعر میں آتا ہے۔ مثلاً

۴۔ محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا۔ میں "راز" قافیہ ہے اور "کا" ردیف ہے۔

۵۔ جگر کو دیکھئے کب تک میسر ہو جگر ہونا۔ میں "جگر" قافیہ ہے اور "ہونا" ردیف ہے۔

۶ روز کرتے ہو بہانے تمہیں ہم جانتے ہیں۔ میں "بہانے" قافیہ ہے "تمہیں ہم جانتے ہیں" ردیف ہے کبھی ردیف اس سے بھی بڑی ہوتی ہے۔ غزلوں میں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ردیف نہ ہو۔ قصائد۔ ترکیب بند اور مسدس وغیرہ میں بھی ردیف ہوتی ہے۔

شعر کس طرح کہتے ہیں

جب آپکو فی الجملہ وزن کا اندازہ ہو جائے اور آپ تقطیع کی مشق بہم پہنچالیں اور دل میں شعر کہنے کی امنگ پیدا ہو تو اپنے لئے کسی آسان بحر میں ایک آسان سا مصرع طرح تجویز کیجئے اور محنت و توجہ کیساتھ اسپر طبع آزمائی فرمائیے۔ طبع آزمائی کے لئے ذیل کا طریقہ اختیار کیجئے۔ مثلاً آپ اس طرح پر اشعار لکھنا چاہتے ہیں۔

اگر مجھ پہ فضل خدا ہو گیا

اس مصرع طرح میں "ہو گیا" ردیف ہے یعنی اس لفظ کو ہر شعر میں آنا ہے "خدا" قافیہ ہے۔ پس پہلے آپ خدا کے قافئے سوچ لیجئے یا ایک کاغذ پر لکھ لیجئے۔ جب بہت سے قافیئے آپ لکھ لیں تو ان میں سے دس گیارہ بہترین قافیئے انتخاب کر لیجئے اور پھر ان میں سے ہر ایک پر طبع آزمائی کیجئے۔ مزید تشریح کے لئے ذیل کی مشق پر غور فرمائیے۔

قوافی۔ خدا۔ وفا۔ جفا۔ ذرا۔ خفا۔ دعا۔ بد دعا۔ ناخدا۔ انتہا۔ ابتدا۔ آسرا۔ آشنا۔ ناآشنا۔ مدعا۔ مقتضا۔ رہنما۔ کہا۔ سا منا۔ ماجرا۔ سوا۔ ماسوا۔ برا۔ بھلا۔ دلربا۔ صبا۔ ہوا۔ التجا۔ ادا۔ کیا۔ حیا۔ وغیرہ۔

یہ تیس قافیئے ہیں ان میں سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ کون سے دو قافیئے ہیں جن کو ایک ہی شعر کے دو مصرعوں میں لکھکر مطلع بنایا جا سکتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے ایک قافیہ کو پیش نظر رکھ کر ایک شعر کا مضمون سوچئے۔

مثلاً آپ نے آشنا کا قافیہ پیش نظر رکھ کر حسب ذیل مضمون سوچا۔

آشنا ہو گیا

غور و فکر سے یہ مضمون ذہن میں آیا کہ دنیا کا عجیب حال ہو رہا ہے کہ آشنا نا آشنا ہو رہا ہے۔ اس خیال کو ذہن میں رکھ کر یہ مصرع موزوں کیا۔

کہ نا آشنا آشنا ہو گیا

اب اس مصرع کو پیش نظر رکھ کر تمام قوافی پہ غور کیا۔ آخر دل نے فیصلہ کیا کہ "کیا ہو گیا" سے مضمون درست ہو جائیگا۔ پس اس ترتیب کے ساتھ دماغ کام کرنے لگا۔

کیا ہو گیا

دنیا کو کیا ہو گیا

خدا جانے دنیا کو کیا ہو گیا

اب مطلع اس طرح تیار ہوا کہ ؎

خدا جانے دنیا کو کیا ہو گیا	کہ نا آشنا آشنا ہو گیا

دوسرے مصرع کو یوں ہونا چاہئے تھا کہ آشنا نا آشنا ہو گیا۔ لیکن چونکہ بہت صفائی سے مصرع موزوں ہو گیا ہے۔ اس لئے اتنی تقدیم و تاخیر میں کچھ مضائقہ نہیں۔

مطلع سے فرصت پا کر اب ایک اور قافیہ لیکر طبع آزمائی شروع کی مثلاً "سامنا"

سامنا ہو گیا۔	پھر سامنا ہو گیا

سر طور پھر سامنا ہو گیا

اب دوسرے مصرع کی تلاش ہوئی جس میں ایسا مضمون ہو جو اس مصرع کیساتھ پیوست ہو جائے۔ کیونکہ طور کی طرح ازل میں بھی جلوہ پاشی ہو چکی ہے لہذا ازل کی طرف ذہن منتقل ہوا اور غور و فکر کے بعد یہ مصرع زبان پر آیا۔

ازل کی ادائیں ابھی یاد تھیں

پس ایک شعر مکمل ہو گیا ؎

ازل کی ادائیں ابھی یاد تھیں ۔۔۔۔ سرِ طور پھر سامنا ہو گیا۔

اس کے بعد ایک اور قافیہ طبع آزمائی کے لئے تجویز کیا۔ مثلاً "کیا"

کیا ہو گیا

مرے دل کو کیا ہو گیا

یکایک مرے دل کو کیا ہو گیا

اب پہلے مصرع کی تلاش ہوئی۔ غور و فکر کے بعد یہ مضمون ذہن میں آیا کہ محبوب کی آنکھ دیکھ کر دل کی یہ حالت ہو گئی۔ ورنہ اس سے پہلے کوئی شکایت نہ تھی۔ لیکن اتنا مضمون ایک چھوٹے سے مصرع میں نہیں آسکتا۔ پس اسے بڑی کوشش سے مختصر کر کے اسطرح ادا کیا۔

ابھی تو میں اچھا تھا اے چشمِ یار

اب شعر مکمل ہو گیا ؎

ابھی تو میں اچھا تھا اے چشمِ یار ۔۔۔۔ یکایک مرے دل کو کیا ہو گیا۔

اب اس کے بعد "بلا" کا قافیہ پیشِ نظر رکھ کر غور کیا اور حسبِ ذیل شعر صورت پذیر ہوا۔

بلا ہو گیا

اسیرِ بلا ہو گیا

کہ میں خود اسیرِ بلا ہو گیا

اب دوسرا مصرع اس طرح تجویز کیا کہ "نہیں اسکی زلفوں کا مطلق قصور" پس شعر مکمل ہو گیا

نہیں اس کی زلفوں کا مطلق قصور ۔۔۔۔ کہ میں خود اسیرِ بلا ہو گیا

چار شعر لکھ لینے کے بعد مقطع کی فکر ہوئی۔ فرض کیجئے کہ شاعر کا تخلص تمنّا ہے۔ پس مقطع کے لئے ایک قافیہ تجویز کیا گیا ۔ مثلاً "وفا"

وفا ہوگیا

اگر اس کا وعدہ وفا ہوگیا

چونکہ معشوق کا وعدہ عموماً فردائے قیامت سے وابستہ ہوتا ہے اس لئے قیامت کی طرف ذہن منتقل ہوا اور یہ مصرع موزوں ہوگیا۔ تمنا قیامت کی ہوگی خوشی۔
اب مقطع مکمل ہوگیا سے

تمنا قیامت کی ہوگی خوشی اگر اس کا وعدہ وفا ہوگیا

ایک صاحب مبتدیوں کو مشق سخن کی یہ تدبیر بتاتے ہیں کہ جب کسی قدر تقطیع کرنا آجائے تو شعر کو موزوں پڑھنے کی کوشش کرو۔ موزوں پڑھنے کا یہ قاعدہ ہے کہ شعر کے حصّے قائم کر لئے جائیں۔ مثلاً سے

وہ سر ہے نہ سودا ہے وہ دل ہے نہ حسرت ہے
خاموشی کا عالم ہے مایوسی کی حالت ہے

اس شعر کو حسب ذیل طریقہ سے منقسم کر کے پڑھنا چاہیئے۔

وہ سر ہے نہ سودا ہے ...... وہ دل ہے نہ حسرت ہے
خاموشی کا عالم ہے ...... مایوسی کی حالت ہے

جب شعر کو موزوں پڑھنا آجائے تو کسی مشہور استاد کا دیوان لے کر اور کوئی آسان غزل انتخاب کر کے غزل کے پہلے مصرعے پڑھنے سے پیشتر ایک کاغذ سے چھپا دیجئے اس کے بعد غزل کے ہر مصرع پر مصرع لگائیے۔ جب پوری غزل پر مصرعے لگ چکیں تو کاغذ ہٹا کر دیکھئے کہ آپ کے اور استاد کے مصرعوں میں کیا فرق ہے،

مشق کا یہ سلسلہ چند ماہ تک جاری رکھئے۔ جب اس طریقہ سے خاطر خواہ کامیابی ہونے لگے تو ذاتی طور پر شعر کہنا شروع کیجئے ؛

تمت

۱۸۵۵۷